اسلامی تصورِ طہارت کے امتیازی پہلو

* آسیہ کریم

طہارت حکم الٰہی ہے اور سلیم الفطرت انسانی طبیعت کی پسندیدہ ترین حالت۔ اسلامی تصور کے مطابق ظاہری اور باطنی طہارت ایک دوسرے کے لئے تقویت اور تعمیر کا سبب ہیں۔ ظاہری طہارت...... انسانی فکر و خیال کی پاکیزگی کا پہلا قدم ہے جب کہ پاکیزگی فکر...... ظاہری نجاسات اور ناپاکیوں سے نکل کر طہارت اور نظافت کی طرف میلان کو بڑھاتی ہیں۔ اسی طرح معنوی اور ظاہری طہارت میں سے کسی ایک پہلو کا بگاڑ دوسرے پہلو کو بھی متاثر کرتا ہے۔

طہارتِ ظاہری اور باطنی کے اس باہمی تعلق کا اظہار و اعتراف تقریباً سبھی مذاہب اور فکری رویوں میں ملتا ہے (1)۔ لیکن اسلام نے جس طرح زندگی کے دوسرے معاملات میں تکمیلی تعلیم عطا فرمائی ہے، اسی طرح طہارت کے تصور کو بھی مکمل کیا ہے اور انسانی زندگی کے ہر معاملے کو پاکیزہ ترجہات سے آشنا کروایا ہے۔

ذخیرۂ احادیث پر ایک طائرانہ نظر بھی ڈالی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ نبی محترم ﷺ نے کس طرح طہارتِ ظاہری کے ہر پہلو پر توجہ فرمائی ہے۔ شخصی اور انفرادی زندگی میں استنجاء، وضو، غسل اور تیمّم کی تلقین کی گئی ہے۔ کھانا کھانے سے پہلے اور سو کر اٹھنے کے بعد ہاتھ دھونے کی تعلیم، مسواک کی تلقین و ترغیب، لباس اور جسم کی ظاہری طہارت و نظافت اور سلیقے سے رہنے سہنے کی تعلیم، گھروں کی صفائی ستھرائی اور ماحول کے پاک اور صاف رکھنے کی تاکید...... غرض کتنی ہی جزئیات ہیں جو احادیثِ نبوی ﷺ سے واضح ہو کر سامنے آتی ہیں۔ روزمرہ معاملات میں طہارتِ ظاہری کی یہ تعلیم انسانی نفسیات میں پاکیزگی کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ نبی محترم ﷺ کے ارشادات سے واضح ہے کہ بڑے سے بڑا عمل قبولیت کے لئے اخلاص سے مشروط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اپنے مجموعہ حدیث کی ابتداء اسی حدیث سے کرتے ہیں۔

---

* ریسرچ سکالر علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

((عن أمير المؤمنين ابى حفص عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إنما الأعمال بالنّيات، وإنما لكل امْرئ ما نوى، فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله، ومن كانت هجرته لدنيا يصيبها ، أو إمرأة ينكحها فهجرته إلى ما هاجر إليه))(2)۔

ایک دوسرے موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

''اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے شہادت، تلاوتِ قرآن اور انفاق فی سبیل اللہ جیسے اونچے درجے کے اعمال میں بھی اگر نیت کی پاکیزگی باقی نہ رکھی جاسکی تو یہ اعمال بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہ ہوسکیں گے''(3)۔

یہی وجہ ہے کہ احکام و مسائل میں رہنمائی کے لئے قرآن و حدیث کو بنیاد بنا کر جو فقہی ذخیرہ مرتب کیا گیا ہے اس کی ہر کتاب ''کتاب الطّھارۃ'' سے شروع ہوتی ہے۔ عام طور پر فقہاء اس موقع پر صراحت ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ احکام طہارتِ ظاہری کے ہیں جو باطنی طہارت کے بغیر نافع نہیں ہوسکتی۔

وھبۃ الزحیلی رحمہ اللہ اپنی مایہ ناز کتاب ''الفقه الاسلامی و ادلته'' میں احکامِ طہارت کے بیان کے آغاز میں لکھتے ہیں:

((لا تنفع الطهارة الظاهرة الا مع الطهارة الباطنة بالإخلاص لله والنّزاهة من الغلّ والغشّ والحقد والحسد وتطهير القلب عما سوى الله فى الكون فيعبده لذاته مفتقرا إليه لسبب نفعى))(4)۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں طہارت پر مفصل بحث کی ہے اور اسے اساسیاتِ اخلاق میں اوّلین درجے پر رکھا ہے۔ اس حوالے سے بیان کردہ ان کے افکار دلچسپ اور فکر انگیز ہیں۔

طہارت۔فطرتِ انسانی

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے خیال میں:

''طہارت کی خصلت فطرتِ انسانی کا خاصہ ہے۔قوم، قبیلے، عقیدے اور رنگ ونسل سے بالاتر، یہ وجدات اور شعور نسلِ انسانی کا مشترک سرمایہ ہے''۔

سطعات میں لکھتے ہیں:

''قدرت نے ہر سلیم النفس انسان میں یہ خصلت ودیعت کی ہے۔اس میں طہارت کی طرف فطری میلان رکھا ہے۔چنانچہ ایک شخص اگر اپنی سلامتی فطرت پر رہے، باہر سے کوئی چیز اس کے نفس میں خلل انداز نہ ہوتو وہ لامحالہ طہارت کی خصلت کا حامل ہوگا''(5)

یہاں شاہ صاحب نے ''طہارت'' کو اس کے مکمل اور جامع معنوں میں استعمال کیا ہے۔محض وضو اور غسل کے فرائض وسنن کے محدود معنوں میں نہیں۔خود لکھتے ہیں:

''لفظِ طہارت سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اس سے مراد وضو اور غسل کی خاص صورتیں اور آداب ہیں۔ دراصل طہارت سے یہاں مقصود وضو اور غسل کی روح اور ان سے انسانوں کو جو نور وانشراح حاصل ہوتا ہے، وہ ہے''(6)۔

گویا طہارت کی یہ کیفیت۔روحانی ووجدانی کیفیت ہے۔یہ حواس کے دائرے سے باہر ہے اور اسے قوتِ ادراک اور صحیح وجدان کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہے۔نفس انسانی میں اس سے پاکیزگی اور نورانیت پیدا ہوتی ہے۔

اس کی مقابل کیفیت ''حدث'' ہے جس کی حقیقت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خیال میں انقباضِ خاطر اور تکدّر کی وہ کیفیت ہے جو ملکیت کے منافی اور شیاطین سے مناسبت رکھتی ہے۔اس کیفیت میں ایک وجدانِ صحیح دل پر ظلمت کی تاریکی کو واضح طور پر محسوس کر لیتا ہے(7)۔

''حجۃ اللہ البالغہ'' میں فرماتے ہیں:

''ایک سلیم الفطرت اور صحیح المزاج آدمی، جس کا قلب بہیمیت کے سفلی تقاضوں سے

مغلوب اوران میں مشغول نہ ہو۔ جب کسی نجاست سے آلودہ ہو جاتا ہے یا اپنے طبعی اور نفاسی تقاضوں سے فارغ ہوتا ہے تو اپنے نفس میں ایک خاص قسم کا تکدّر، گرانی اور بے لطفی اور اپنی طبیعت میں سخت ظلمت کی ایک کیفیت محسوس کرتا ہے۔ پھر جب وہ اس حالت سے نکل جاتا ہے۔ مثلاً بول و براز سے فارغ ہو کر اچھی طرح استنجاء اور طہارت کر لیتا ہے۔ یا اس پر جنابت کی وجہ سے جو غسل واجب تھا، وہ کر لیتا ہے، اچھے اور صاف ستھرے کپڑے پہن کر خوشبو لگا لیتا ہے تو اس کے نفس کی گرانی اور تکدّر اور طبیعت کے انقباض اور ظلمت کی کیفیت جاتی رہتی ہے اور وہ اپنی طبیعت میں انشراح و انبساط اور سرور و فرحت کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ پس اس پہلی کیفیت کا نام حدث، یعنی ناپاکی اور دوسری کا نام طہارت، یعنی پاکیزگی اور پاکی ہے۔ انسانوں میں جن کی فطرتِ سلیم اور جن کا وجدان صحیح ہے، وہ ان دونوں حالتوں اور کیفیتوں کے فرق کو واضح طور پر محسوس کرتے ہیں اور اپنی طبیعت اور فطرت کے تقاضے سے حدث کی حالت کو ناپسند اور طہارت کی حالت کو پسند کرتے ہیں'' (8)۔

سابقہ اقوام اور شرائع میں طہارت کا تصور

طہارت کا یہ روحانی اور وجدانی احساس دُنیا کی مذہبی روایت کا ایک لازمی حصہ رہا ہے۔ ہندوؤں کے ہاں عبادات سے پہلے، جسمانی تعلقات کی وجہ سے، دیگر مذہبی رسومات کی ادائیگی کے موقع پر خواتین میں ایام اور ولادت کے بعد مخصوص مذہبی رسومات کے ساتھ غسل کرنے سے طہارت حاصل کرنے کا تصور ملتا ہے (9)۔ بدھ مت کے ماننے والوں کے ہاں بھی غسل، بال منڈایا، پیر دھونا وغیرہ تپسیا (عبادت) کے لئے ضروری ہیں۔ گوتم بدھ نے ظاہری صفائی اور پاکیزگی کو صفائے باطن سے بھی مشروط کیا (10)۔ زرتشت کے ماننے والے آتش کدے میں عبادت کے لئے جاتے ہوئے جسم کے ظاہری اعضاء کی دھلائی ضروری سمجھتے ہیں۔ مذہبی عہدیداروں کے لئے طہارت کے اصول عام لوگوں سے کئی گنا سخت ہیں'' (11)۔

یہودی تو تھے ہی صاحبِ شریعت۔ تورات میں طہارت کے تفصیلی احکام ملتے ہیں۔ اگر چہ غیر مرتب ہیں (12)۔ یہی شریعت نصاریٰ کے لئے بھی تھی۔ گو انہوں نے اسے ترک کر دیا (13)۔ تاہم انجیلوں کے سرسری مطالعے سے بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے قلب و روح کی پاکیزگی کے لئے اعلیٰ ترین اخلاقی ہدایات دیں اور متعدد مرتبہ یہ واضح کیا کہ طہارتِ ظاہری، طہارتِ باطن کے حصول کے ذرائع میں سے ایک ہے۔ مقصود بالذات نہیں ہے'' (14)۔

طہارتِ قلبی

طہارت کا مفہوم اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک قلبی طہارت کو اس میں شامل نہ کیا جائے۔ گناہوں سے پرہیز اور باطن کی تطہیر کے مفہوم میں شامل ہے (15)۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ باطن کی تطہیر کے بغیر ظاہری طہارت اپنے معنیٰ کھو دیتی ہے۔

امام راغب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''طہارت دو قسم کی ہے۔ طہارتِ جسمانی اور طہارتِ قلبی۔ قرآن مجید میں جہاں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے، بالعموم دونوں قسم کی طہارت مراد لی گئی ہے۔ (البتہ کہیں محض جسمانی طہارت بھی مراد ہے لیکن وہ مقام بالکل واضح ہے مثلاً ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾ (المائدۃ:6-5) اگر جنابت کی حالت ہو تو نہا کر پاک ہو جایا کرو یا ﴿وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ. فَاِذَا تَطَهَّرْنَ﴾ (البقرہ:2:222) یہاں فعل دو دفعہ لا کر یہ بتایا ہے کہ عورتیں جب تک حیض سے فارغ ہو کر غسل نہ کر لیں اس وقت تک ان سے مقاربت جائز نہیں۔ (جہاں قرآن نے جسمانی اور قلبی دونوں طرح کی پاکیزگی کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ان کی مثال یہ ہے) آیتِ کریمہ ﴿ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ (البقرہ :2:222) سے مراد وہ لوگ ہیں جو گناہوں کو ترک کر کے اصلاحِ نفس میں لگے رہتے ہیں ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ (التوبۃ:108:9)

سے مراد پاکیزہ قلب لوگ ہیں۔حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو حکم ہوا۔ طَهِّرَا بَيْتِيَ میرے گھر کو پاک صاف رکھیں۔اس آیت میں خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک صاف رکھنے کی تلقین وترغیب ہے۔اور بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ دل کو پاک صاف رکھنا مراد ہے تاکہ اس کے اندر وہ سکون پیدا ہو سکے جس کا ذکر اس آیت میں ہے ﴿هُوَالَّذِيٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الفتح:4:48) اسی طرح ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ سے مراد بعض نے یہ بھی ہے کہ یہاں نفس کو رذائل سے پاک رکھنا مراد ہے''(16)۔

عقیدے کی ناپاکی

قرآن مجید میں واضح الفاظ میں بت پرستی کو گندگی قرار دیا گیا ہے اور اس سے اجتناب کی تاکید کی گئی ہے۔

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾(17)

اسی طرح عقیدے کی گندگی کو بھی نجاست کہا گیا:

﴿اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ﴾(18) ''بے شک مشرکین نجس ہیں''۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''مشرکین بھی بقیہ نجاستوں کی طرح نجس اور پلید ہیں''(19)۔امام طبری رحمہ اللہ نے یہی رائے قتادہ رحمہ اللہ سے نقل کی ہے(20) احمد مصطفیٰ المراغی کے خیال میں شرک کی نجاست حسی بھی ہے اور معنوی بھی''۔

﴿اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ﴾ (التوبۃ:28:9) أی ان المشركين انجاس فاسدوا الاعتقاد يشركون بالله ما لا يضر ولا ينفع،فيعبدون الرجس من الاوثان والاصنام، ويدينون بالخرافات والأوهام ويأكالون الميتة والدّم.........وهی اقذار حسيّة ويستحلّون القمار والزنا

ویستبیحون الاشہر الحرام ' وھی ارجاس معنویة۔ (21)

المراغی نے مکہ کے عربوں کے پس منظر میں اس آیت کی تشریح وتفسیر کی ہے کہ یہ مشرکین نجس ہیں ان کا عقیدہ فاسد ہے اللہ کے ساتھ ان کو شریک کرتے ہیں جو نفع ونقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتے۔ بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ خرافات اور اوہام کو انہوں نے اپنا دین بنا رکھا ہے۔ خون اور مردار کھاتے ہیں۔ یہ حسی گندگیاں ہیں۔ دوسری طرف جوا اور بدکاری کو حلال جانتے ہیں۔ حرام مہینوں کو حلال کرتے ہیں۔ یہ معنوی گندگیاں ہیں۔

دورِ جدید کے مشرکانہ معاشروں میں یہ نجاستیں اور غلاظتیں اُبھر کر سطح پر آ گئی ہیں۔ ان کا ستر وحیاء کے تقاضوں سے بے نیاز لباس، شراب، خنزیر اور مردار پر مشتمل کھانا، حتیٰ کہ بعض قوموں میں سانپوں، چھپکلیوں اور مینڈکوں تک کا خوراک میں شامل ہونا۔ ان کے کلب، کیسینو اور تفریحات، ناپاک جانوروں مثلاً کتوں سے ان کی محبت، غسل اور طہارت کے احکام سے غفلت اور اس کے نتیجے میں اخلاق وتمدن ومعاشرت میں در آنے والی سینکڑوں خرابیاں اور بیماریاں ...... مثلاً ایڈز اور دیگر امراض خبیثہ جو ہنوز لا علاج ہیں ...... ان سب چیزوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عقیدے کی ناپاکی عمل میں ظاہر ہو کر رہتی ہے اور انسان کو عملاً بھی ناپاک کر دیتی ہے۔

تاہم علماء کی اکثریت کا خیال یہ ہے کہ یہ نجاست حسی نہیں، حکمی اور معنوی ہی ہے (22)۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ثقیف کے وفد کو مسجدِ نبوی میں ٹھہرایا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ''اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ انہیں مسجد میں ٹھہرا رہے ہیں، حالانکہ یہ تو ناپاک ہیں''

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لیس علی الارض من انجاس القوم شئ، إنما انجاس القوم علی انفسھم))(23)۔

''ان لوگوں کا نجس ہونا زمین پر کوئی اثر نہیں ڈالتا، ان کی نجاست ان کے اپنے نفوس پر ہے''۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اسی رائے کو اختیار کیا ہے فرماتے ہیں:

((إنما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا ودلّت هذه الآية الكريمة على نجاسة المشرك كما ورد فی الصحيح "المومن لا ينجس" وأما نجاسة بدنه فالجمهور على أنه ليس منجس البدن والذات لأن الله تعالیٰ احلّ طعام اهل الكتاب)) (24)۔

اسلام میں طہارت کے مفہوم کی وسعت

منصبِ رسالت سے سرفراز ہونے کے بعد کارِ رسالت اور فریضہ تبلیغ کی انجام دہی پر متوجہ کرنے کے لئے جو سب سے پہلی وحی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اس میں درس توحید کے بعد اولین ہدایت یہ تھی کہ طہارت کا کامل اہتمام کیجئے۔

﴿ يٰٓأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴾ (25)

''ثیاب کے معنی بظاہر لباس کے ہیں لیکن'' یہاں لباس، روح، غرض انسان کی پوری شخصیت مراد ہے۔ قرآن کی ہدایت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے لباس، جسم اور قلب و روح کو ہر طرح کی گندگیوں سے پاک رکھو''۔

قلب و روح کی گندگیوں سے مراد کفر و شرک کے باطل عقائد و خیالات ہیں اور اخلاقی معائب اور جسم و لباس کی گندگی سے مراد وہ محسوس نجاستیں ہیں جن سے ہر طبع سلیم کراہت ہوتی ہے اور جن کا نجس ہونا محسوس ہونا یا شریعت نے ان کے نجس ہونے کا حکم لگایا ہے'' (26)۔

﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴾ کی تفسیر میں دیگر مفسرین عظام نے جو اقوال نقل کئے ہیں، ان سب آراء کا خلاصہ امام قرطبی رحمہ اللہ کے ہاں ایک ہی جگہ مل جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

((قوله تعالیٰ"وثيابك فطهّر" فيه ثمانيه اقوال:احدهما ان المراد بالثياب العمل،والّثانی القلب، الثالث النفس، الرابع الجسم،الخامس

الأهل، السادس الخلق،السّابع الدين،الثامن الثياب الملبوسات على الظاهر)) (27)

امام قرطبی رحمہ اللہ پھر ان سارے اقوال کی تفصیل اور دلائل بھی بیان کرتے ہیں:

قول اوّل: .... کے معنی ہوئے اپنے عمل کو پاک رکھو۔ مجاہد اور ابن زید رحمہم اللہ کہتے ہیں ((وعملك فاصلح)) ''اور اپنے عمل کی اصلاح کرو'' ۔ اسی طرح اگر ان میں کوئی بداعمالیوں کا خوگر ہوتا تو اسے کہتے تھے فلا نا خبيث الثياب اور جس کا عمل اچھا ہوتا اس کے بارے میں کہتے فلا نا طاهر الثياب ۔

دوسرا قول: .... اپنے دل کو پاک رکھو اس کے دو (2) معنی لئے گئے ہیں۔ عبداللہ بن عباس اور قتادہ رحمہم اللہ کہتے ہیں: ((معناه وقلبك فطهّر من المعاصي والإثم)) ''گناہوں سے پاک رکھو، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک اور قول مروی ہے کہ دل کو غدر سے پاک رکھو وہ عربی کے اس شعر سے بھی معنی اخذ کرتے ہیں۔

فاني بحمد اللّٰه لا	ثوب فاجر
لبست ولا من غدرة	اتقنع

تیسرا مطلب لیا گیا ہے نفس ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ عرب لفظ ''ثیاب'' نفس کے معنوں میں بھی استعمال کرتے تھے۔ عنترہ کہتا ہے:

فشككت بالرّمح	الطويل ثيابه
ليس الكريم على القنا	بمحرم

چوتھا قول یہ ہے کہ اپنے جسم کو پاک رکھو۔ امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اہل عرب جسم کے لئے لباس کا لفظ بھی استعمال کیا کرتے تھے۔

پانچواں قول یہ ہے کہ اپنے اہل وعیال کو وعظ اور تأدیب کے ذریعے خطاؤں سے پاک رکھنے کی کوشش کرو۔ اس قول کی دلیل یہ آیت ہے ﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ (البقرہ :187:2) لیکن

امام رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ تاویل بہت دُور کی ہے اور کلام کے سیاق وسباق کے مطابق نہیں ہے (28)۔

امام حسن اور امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد اخلاق کی پاکیزگی ہے۔ اس لئے کہ اخلاق بھی انسان کے ساتھ اسی طرح وابستہ و پیوستہ ہیں جیسے کپڑے اور لباس۔

ساتواں قول یہ ہے کہ ثیاب سے مراد دین ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب نقل کیا گیا ہے۔

((ورأيت الناس وعليهم يثاب ، منها ما يبلغ الثدى ، ومنها ما يبلغ الثدي، ومنها ما دون ذلك، ورأيت عمر بن الخطّاب وعليه ازار يجرّه. قالوا يا رسول الله فما اوّلت ذلك ؟ قال الدّين(29) .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا لوگ لباس (کرتے) پہنے ہوئے ہیں۔ کسی کا کرتا اس کے سینے تک ہے۔ کسی کا کچھ اور حال ہے اور میں نے عمر بن الخطاب کو دیکھا کہ ان کا کرتا (اتنا لمبا ہے کہ) نیچے گھسیٹ رہے ہیں۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اس کی کیا تاویل کی ہے۔ فرمایا...... دین''

آٹھواں قول یہ ہے کہ ثیاب اپنے لغوی، یعنی لباس ہی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور یہاں پاکیزگیٔ لباس کا حکم دیا گیا ہے (30) نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم کئی طریقوں سے دیا۔ مثلاً عربوں میں فخر وغرور کے لئے لباس کو لٹکانے اور پیچھے گھسیٹنے کا رواج تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روکا۔ لباس ٹخنوں سے اوپر رکھنے کا حکم دیا۔ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ((لا ينظر الله الى من جرّ ثوبه خيلاء)) (31) ۔نجاست سے آلودہ ہونے کی صورت میں پانی سے دھوکر پاک کرنے کا حکم دیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا﴾(32)

یہ بھی فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ﴾(33)

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"اس آیت سے مراد یہ ہے کہ پانی خود بھی پاک ہے اور دوسری چیزوں کو بھی پاک کر نے کی صلاحیت رکھتا ہے"۔

امام رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں

((والسبب فی حسن هذه الكناية، انّ الثّوب كالشّئ الملازم للإن سان فلهٰذا السبب جعلوا الثّوب كناية عن الإ نسان فقالوا: المجد فی ثوبه والعفة فی ازاره))(35)

امام رازی کہتے ہیں وَ ثِیَابَکَ فَطَهِّرْ سے مراد یہ کہ "انسان" اپنے آپ کو پاک رکھے۔ یہاں لباس "انسان" کے لئے کنایہ ہے۔

اوّلین مفسرین قرآن میں سے امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اخلاق و اعمال کی ساری اصلاح طہارت ہی پر منحصر ہے کیونکہ ظاہری نجاست باطن کی آلودگی کا سبب بنتی ہے۔ اسی لیے ربِ العزت کے سامنے کھڑے ہونے والوں کو نجاسات سے پاک ہونے اور ان سے دُور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

((لا ريب انّ تطهيرها (الثياب) من النجاسات وتقصيرها من جملة التطهير المأمور به، اذبه تمام اصلاح الأعمال والأخلاق لأن نجاسة الظّاهر تورث من نجاسة الباطن ولذلك امر القائم بين يدی اللّٰه عزّوجل بازالتها والبعد عنها)) (36)۔

طہارت اور ایمان کا تعلق

مفسرین کرام کی ان آراء سے واضح ہوتا ہے کہ طہارت، ذہنی، باطنی، جسمانی اور قلبی پاکیزگی کے احساس اور نورایت کا نام ہے۔ طہارت کا یہ جامع مفہوم مولانا اشرف علی تھانوی نے "الطّهور شطر الايمان" کی تشریح میں بیان کیا ہے:

طہارت کے چار مراتب ہیں:

''مرتبہ اوّل: ظاہر کو ناپاکیوں اور پلیدیوں سے پاک کرنا، مرتبہ دوم: اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور گناہوں سے بچانا، مرتبہ سوم: دل کو اخلاقِ مذمومہ و رذائل سے صاف کرنا، مرتبہ چہارم: اپنے ضمیر کو ماسوی اللہ سے پاک کرنا، پس جب تک انسان عقائد فاسدہ سے اپنے دل کو پاک صاف نہ کرلے، تب تک وہ ان احادیثِ نبویہ کا مصداق نہیں ہوسکتا کہ طہارتِ ایمان کا حصہ ہے۔ (الطّهور شطر الإيمان) ایمان کا چونکہ تعلق دل سے ہے، پس جب تک دل خباثتوں سے پاک نہ ہوجائے، تب تک طہارت نامکمل ہے...... طہارت تو ایمان کے مقامات سے ہے۔ اور ہر مقام کا ایک طبقہ ہے۔ جو شخص ادنیٰ طبقے سے نہ گزرے، وہ اعلیٰ کو نہیں پہنچ سکتا۔ طہارت کے سر کو کوئی نہیں پہنچ سکتا جب تک دل کو اخلاقِ مذمومہ سے پاک کر کے اخلاقِ محمودہ سے معمور نہ کرے اور اس مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا جب تک اعضاء کو گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے پاک کر کے عباداتِ الٰہی سے معمور نہ کرے'' (38)۔

طہارت کی محسوس صورتیں

طہارت کے جامع، مکمل اور ہمہ پہلو تصور کے باوجود دیگر ادیان اور تہذیبوں کی طرح، اسلام میں بھی کچھ مخصوص مراسم (Rituals) مقرر کئے گئے ہیں۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے خیال میں ان رسومِ طہارت کا فلسفہ یہ ہے کہ طہارت کی خاص صفت اور خصلت (مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے اوپر درج کردہ بیان کے مطابق ''سرِّ طہارت'' کا پیدا ہونا اور اس کو وجدانی طور پر محسوس کرنا تو ان سلیم الطبع لوگوں کے لئے خاص ہے جو اپنی فطرت کو خارجی آلودگیوں سے بچائے رکھیں اور اس حالت پر باقی رکھنے کی کوشش کریں جس پر انسان پیدا کیا جاتا ہے كل مولود يولد على الفطرة .... کے مصداق (39)۔ لیکن عامة الناس کا چونکہ دینوی زندگی میں انہماک اور اشتغال زیادہ ہوتا ہے اور عموماً وہ اتنی

فرصت نہیں پاتے کہ خالص روحانی تقاضوں کی طرف توجہ دیں اور نہ ہی وہ اس کے اتنے مشاق ہوتے ہیں۔ چنانچہ طہارت کی ایک کم از کم کیفیت کے حصول کے لئے کچھ ظاہری آداب اور امور مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ اس تعین کی حکمت یہ بھی ہے کہ:

"وہ اُمور جن کو عام لوگوں کے لئے طہارت کا موجب قرار دیا جائے، ضروری ہے کہ وہ محسوس امور ہوں، ان کو آسانی سے ضبط میں لایا جاسکے۔ ان کا اثر نمایاں اور ظاہر ہوتا کہ ان کی بابت جمہور پر مواخذہ ہو سکے۔ اور یہ بھی خیال رکھا گیا کہ یہ امور ایسے ہوں کہ ان کا تمام اقوامِ عالم میں کم وبیش راج ہو" (40)۔

چنانچہ ان مقاصد کے حصول کے لئے وضو، غسل اور تیمّم مشروع کئے گئے ہیں (41)۔ حدث چونکہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خیال میں انقباضِ خاطر اور توجہ الی اللہ سے دُوری کا نام ہے۔ اس لئے اگر یہ دوری اور غفلت کم ہے، کثیر الوقوع اور طبع انسانی پر کم اثر انداز ہونے والی، تو اس کے لئے وضو فرض کیا گیا ہے۔ اور اگر یہ قلیل الوقوع، لیکن نفس پر زیادہ اثر ڈالنے والی ہے تو بیداری کا سامان کرنے کے لئے غسل کا اہتمام لازم ٹھہرایا گیا (42) تیمّم ایک سہولت ہے جو اس لئے دی گئی ہے کہ پانی میسر نہ بھی ہو سکے تو انسان بیدارئ نفس کے احساس کو برقرار رکھ سکے کہ طہارت اور عدم طہارت کی حالت میں فرق ہے (44)۔

رسومِ طہارت میں عدل واعتدال

دن میں کئی مرتبہ وضو، اور خاص مواقع پر غسل کا وجوب، شرائطِ طہارت کا مفصل بیان وغیرہ، ان سب چیزوں کو دوسرے مذاہب سے تقابل کے پس منظر میں دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ یہ تعلیم طہارت، عدل و اعتدال کا بہترین نمونہ ہے۔ نہ اس میں ہندوؤں اور یہودیوں کی سی سختی ہے، جس کا تذکرہ آگے آرہا ہے، اور نہ ایسی آزادی کہ انسان پاکیزگی کے احساس سے بے نیاز ہو جائے (45)۔

اسلامی تعلیم کے اس حسن توازن کے بارے میں سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کا تبصرہ بڑا جامع ہے۔ سیرت النبیؐ میں لکھتے ہیں:

''اسلام نے طہارت و نظافت کی تعلیم میں سادگی اور بے تکلفی کو بھی ملحوظ رکھا ہے اور ایسی تعلیم نہیں دی جو تشدد، غلو اور وہم وسوسہ کی حد تک پہنچ جائے۔ اس بناء پر اسلام نے بعض سختیوں کو دُور کیا ہے جو اس معاملے میں اور مذاہب میں پائی جاتی تھیں مثلاً یہودیوں کے مذہب کی رُو سے ناپاکوں کی پاکی کے لئے ضروری تھا کہ نہانے کے بعد بھی اس دن کا آفتاب ڈوب لے، تب نہانے والا پاک ہو''(46)۔

اسلامی تعلیمات کی رُو سے انسان کو اس معاملے میں صرف اس قدر احتیاط کرنی چاہیے کہ پیشاب کے چھینٹے اور کپڑے پر نہ پڑنے پائیں۔ اس سے زیادہ احتیاط تشدد اور غلو کے درجے تک پہنچ جاتی ہے''(47)۔

احادیث میں یہود کے اس تشدد کو ناپسند کیا گیا کہ وہ لباس پر پیشاب کے چھینٹے پڑ جانے کی صورت میں کپڑے کو قینچی سے کاٹ ڈالتے تھے(48) اسی طرح خواتین کے معاملے میں یہود کے تشدد کو خود وحی الٰہی نے رَد کیا کہ وہ ایام میں خواتین کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دیتے، انہیں بالکل الگ تھلگ کر دیتے، حتیٰ کہ ان کو ہاتھ لگانے والا، ان کے بستر اور استعمال کی اشیاء کو ہاتھ لگانے والا ناپاک ہو جاتا............ اس کے لئے لازم تھا............ اپنے کپڑے دھوئے، پانی سے غسل کرے اور پھر بھی شام تک ناپاک رہے(49)۔

ہندو............ ہمارے قریب ترین ہمسائے ہیں۔ ناپاکی کے ایسے تصورات ان کے ہاں ''سوتک'' کہلاتے ہیں۔ بچے کی ولادت پر والدہ کے ساتھ والد بھی ''سوتک'' (ناپاکی) میں مبتلا ہوتا ہے...... (البتہ غسل کر کے اسی دن پاک ہوسکتا ہے)(50)۔ اسی طرح وفات کی وجہ سے بہت سے لوگ ''سوتک'' میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ مردے کے ساتھ جانے والے بھی .... (خود ہمارے ہاں دیہاتوں میں یہ تصورات ''سوتک'' کی اسی اصطلاح (Term) کے ساتھ موجود ہیں)۔

پھر اس ''سوتک'' سے نکلنے اور پاک ہونے کے بھی مختلف طریقے ہیں۔ ہر ذات کے لئے الگ الگ، کئی صورتوں میں لباس سمیت غسل، نمک سے پرہیز، زمین پر سونے اور بعض حالتوں میں گائے کو ہاتھ لگانے سے بھی پاکیزگی حاصل کی جاسکتی ہے(51)۔

یہ معاملے کی تنگی کا ایک پہلو تھا۔ دوسرا پہلو یہ بھی تھا کہ انحراف اور افراط وتفریط نے بعض اہل مذہب کو یہ راہ سجھائی کہ جسمانی پاکیزگی سے بے پرواہ اور بے نیاز ہو جانا روح کی پاکیزگی کے لئے لازم ہے۔ دُنیا کی اور قوموں میں، اور خاص طور پر ہندو جوگیوں اور سنیاسیوں کے ہاں یہ تصورات عام تھے (52)۔

مولانا مودودی رحمہ اللہ کے خیال میں وہیں سے عیسائیوں نے بھی اپنی رہبانیت میں یہ اصول شامل کیا کہ نہانا یا جسم کو پانی لگانا خدا پرستی کے خلاف ہے اور پھر اس کی ایسی مثالیں بھی قائم کیں کہ کسی نے پچاس (53) سال پانی کو ہاتھ نہ لگایا اور کسی نے ساری زندگی منہ ہاتھ نہ دھویا (54)۔

ان پیچیدہ اور مشکل رسوم وتعلیمات کو دیکھا جائے اور اس کے مقابلے میں اسلام کی سادہ اور مکمل تعلیم کو، تو نبی کے اس ارشاد کی معنویت سمجھ آتی ہے کہ میں سیدھی اور صاف شریعت دے کر بھیجا گیا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح (روشن) ہے۔ ((بعثت بالحنيفيّة السّمحة البيضاء ليلها كنهارها)) (55)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''البدور البازغۃ'' میں حدیث کی بڑی عمدہ شرح کی ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''ملتِ حنفیہ سے مراد اسلام ہے۔ ((ثم اوحينا اليك ان اتّبع ملة ابراهيم حنيفاً السمحة)) سے مراد یہ ہے کہ وہ آسان اور قابل عمل ہے۔ اس کے احکام ظاہر اُمور پر مبنی ہیں۔ اس میں تعمق کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ ہر عذر کے پیش آنے پر دوسرا پہلو رخصت کا موجود ہوتا ہے۔ ہر مشکل کو آسان طریقے پر ادا کرنے کی تلقین ہے۔ رہبانیت اور تکلیف دہ عبادتوں کو مٹایا گیا ہے۔ البیضاء سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص اس کے واضح احکام اور اوامر کو سمجھ سکتا ہے اور اس کے علل واسباب احکام کو معلوم کر سکتا ہے'' (56)۔

اور اسی طرح اس آیتِ قرآنی کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا ﴿وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ﴾ (57) کے جواب میں فرمایا گیا تھا کہ میں دُنیا اور آخرت کی بھلائی ان لوگوں کے لئے لکھوں گا...... جو نبی امی کی پیروی کریں گے اور اس نبی کی خصوصیات کے بیان میں یہ بھی فرمایا گیا:

﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾(58)

''ان پر سے وہ بوجھ اُتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے''۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں:

''یعنی ان کے فقیہوں نے اپنی قانونی موشگافیوں سے، ان کے روحانی مقتداؤں نے اپنے تورّع کے مبالغوں سے، اور ان کے جاہل عوام نے اپنے توہمات اور خود ساختہ حدود وضوابط سے ان کی زندگی کو جن بوجھوں تلے دبا رکھا تھا اور جن جکڑ بندیوں میں کس رکھا تھا...... یہ پیغمبر وہ سارے بوجھ اُتار دیتا ہے اور وہ تمام بندشیں توڑ کر زندگی کو آزاد کر دیتا ہے''(59)۔

طہارت کے آثار ونتائج

دل کی بیداری اخلاقی زندگی کی اساس ہے۔ صرف اسی کیفیت میں انسانی اخلاق کی نشو ونما ممکن ہوتی ہے اگر اس سے غفلت برتی جائے تو انسان دین واخلاق کی نگہبانی سے غافل ہو جاتا ہے اور اس کے معاملاتِ زندگی میں شیطان کی دراندازی شروع ہو جاتی ہے اس صفتِ طہارت کے جو آثار ونتائج انسانی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں ان کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے:

محبتِ الٰہی

اطاعتِ الٰہی کی نیت سے ظاہری و باطنی نظافت کی پابندی انسان کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق دار بنا دیتی ہے(59)۔ چنانچہ قرآن مجید میں مسجد نبوی کے قریب یا مدینہ میں رہنے والے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا:

﴿فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾(61)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی نے فرمایا کہ یہ آیت اہل قباء کے بارے

میں نازل ہوئی کیونکہ ((کانوا یستنجون بالماء))(62) وہ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے۔ اسی طرح ایک اور موقع پر فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَ یُحِبُّ الۡمُتَطَهِّرِیۡنَ﴾(63)

توبہ طہارتِ قلب ہے جیسا کہ نبی کریم نے فرمایا:

((انّ العبد اذا أخطأ خطیئة نکتت فی قلبه نکته سوداء فاذا هو نزع واستغفر وتاب،سقل قلبه وان عاد،زید فیها حتی تعلو قلبه وهو الرأن الذی ذکر اللّٰه(کّلا بل ران علی قلوبهم بما کانوا یکسبون))
(64)

''یعنی گناہ انسان کے دل پر سیاہ نقطہ چھوڑ جاتا ہے۔ انسان اگر توبہ کرے تو یہ نقطہ مٹ جاتا ہے اور اس کا دل پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔ دل کی اس پاکیزگی کے ساتھ طہارت ظاہری کا مزید اہتمام وہ کیفیت پیدا کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے''۔

اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کے مقام کا حصول، بجائے خود ایک منزل ہے یہ مقام حاصل ہو جائے تو بندہ مومن اور ''محبوب الٰہی'' کا ہاتھ دراصل اللہ کا ہاتھ ہو جاتا ہے

غالب و کار آفریں ، کار کشا و کار ساز

قرآن کے الفاظ میں ﴿وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی﴾(65) اور حدیثِ قدسی کے مطابق:

((فإذا احببته فکنت سمعه الّذی یسمع به وبصره الّذی یبصریه ویده الذی یبطش بها ' ورجله الذی یمشی بها وان سألنی لا عطینّه ولئن استعاذنی ' لا عیذنّه))(66)

اسی مقام کے حصول کی طلب میں نبی سے دُعا منقول ہے جو وضو کے بعد آپ ﷺ کا معمول تھی۔

((اللّهم اجعلنی من التّوابین واجعلنی من المتطهّرین))(67)۔

اس موقع کی یہ دُعا بڑی معنی خیز ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ سے ان صفاتِ حسنہ سے متصف ہونے کی دُعا مانگی گئی ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا مستحق بناتی ہے۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے الفاظ میں:

''طہارتِ جسمانی کے حصول کا جو طریقہ مقرر کیا گیا تھا، وہ اس نے اختیار کر لیا۔ طہارتِ قلبی کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ دل کو پاک کر سکتا ہے اور اس کے حصول کے لئے دُعا ہی ممکن ذریعہ ہے''۔

تشبّہ بالملائکہ اور قربِ ملائکہ

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انسان کی سعادت کا حصول اس بات پر منحصر ہے کہ وہ بہیمیت کو زیر کرے اور ملکیت کی صفات کو اپنے اندر ترقی دینے کے لئے کوشاں رہے (68)

طہارت ملائکہ کا وصفِ خاص ہے (69) جسمانیت سے، کسی بھی مادی آلائش سے پاک اور دربارِ الٰہی میں باریابی رکھنے والی یہ مخلوق اخلاقی زندگی کا نصب العین بننے کے لائق ہے ﴿لاَ یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرھُمْ﴾ (70)

ملکیت کی اس صفتِ خاص، یعنی طہارت میں انسان جتنی ترقی کرتا جاتا ہے، صفات ملکی کا عکس اتنا ہی اس کے اندر اترتا جاتا ہے۔ شاہ صاحب کے الفاظ میں:

''جب طہارت کے آثار نفس انسانی میں استقرار پکڑ لیتے ہیں اور طہارت اس کا ملکہ راسخہ بن جاتی ہے تو ملائکہ کی نورانیت سے انسان کا باطن روشن ہو جاتا ہے'' (71)۔

''سطعات'' میں شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جب کسی شخص پر نورِ طہارت کا غلبہ ہوتا ہے تو اس پر فرشتوں کے الہامات ہوتے ہیں۔ وہ اچھے اچھے خواب دیکھتا ہے اور نیند اور بیداری، دونوں حالتوں میں ایک نور اس کے دل کا احاطہ کیے رہتا ہے'' (72)

فرشتوں کے یہ الہامات انسان کی دُنیا اور آخرت کی بھلائی کے معاملات میں اس کی رہنمائی کرتے ہیں (73) انسانوں کے اخلاقی معاملات پر بھی ان مقربین بارگاہِ الٰہی کی نظر ہوتی ہے۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے بندوں میں کچھ ایسے فرشتے بھی ہیں جن کا درجہ سب سے اعلیٰ اور برتر ہے وہ بارگاہِ اقدس کے مقرب ہیں اور ہر وقت ان لوگوں کے لئے بارگاہِ اقدس سے رحمت طلب کرتے ہیں جنہوں نے اپنے نفوس کی اصلاح کی، اپنے اخلاق کی تہذیب کی اور مخلوق کی فلاح و بہبود کے لئے سعی کی۔ ان فرشتوں کی دُعا کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ اپنی برکتیں نازل فرماتا ہے............مقربانِ بارگاہ فرشتوں کا اہل فرضِ منصبی یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اوراس کے بندوں کے درمیان سفارت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں اوراس کا مقدس کلام اوراس کے احکام ان تک پہنچاتے ہیں۔
نیز وہ خدائے پاک کے نیک بندوں کے دلوں میں القاء کرتے ہیں کہ وہ نیک اعمال کریں اور برائیوں سے پرہیز کریں''(74)۔

شیاطین سے بُعد

برے رفیقوں سے دُور رہنا ہی اخلاق کی درستگی اور حفاظت کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ شیطان وہ دُشمن ہے جو ہر وقت انسانوں کی عداوت اور دُشمنی پر مستعد رہتا ہے۔ قرآن نے واضح الفاظ میں ہدایت فرمائی ہے کہ اس کے بچھائے ہوئے جال اوراس کے وعدوں سے بچ کر رہو اور

﴿اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا﴾(75)

انسان دُشمنی پر مبنی اس کا بیان بھی نقل کر دیا گیا ہے کہ میں انسانوں کو گھیرنے اور باطل کی طرف لانے کی کوششیں کرتا رہوں گا۔

﴿ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ⊙ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِنْ م بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ﴾(76)

اور یہ بھی کہ:

﴿لَا حْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَه' اِلَّاقَلِيْلًا﴾(77)

امام راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ:

''میں اس کی جڑ کاٹتا رہوں گا......اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ میں انہیں اس طرح برباد کردوں گا جس طرح ٹڈی زمین سے نباتات صفاچٹ کر دیتی ہے اس لئے کہ ''احتنك الجراد الارض'' کا مطلب ہے ٹڈی کا زمین کی روئیدگی کو صفاچٹ کر دینا''(78)۔

نجات میں مبتلا ہونا، یا پاکیزگی کی حالت میں نہ ہونا ایسی حالت ہے جس میں انسان شیاطین کی حالت سے مناسبت رکھتا ہے۔شیاطین ناپاکی، بدبواور نجاست کو پسند کرتے ہیں۔اسی لیے ایسی جگہوں پر جانے کے لئے نبی کریم نے دُعا فرمائی ہے(79)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دُعا پڑھتے

((اللّٰھمّ انّی اعوذبك من الخُبث والخَبائث))(80)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ناپاکی میں مبتلا رہنے کے نقصانات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جب کوئی شخص ناپاک ہوتا ہے یا اس کا بدن اور کپڑے نجس ہوتے ہیں تو اس وجہ سے اس شخص کو انقباض اور وحشت ہوتی ہے۔اس کے دل میں قلق اور عزم وارادہ میں انتشار اور پراگندگی پیدا ہوجاتی ہے''(81)

ذہنی انتشار کی یہ کیفیت صرف پاکیزگی کا اہتمام نہ کرنے والے کے لئے ہی خاص نہیں ہے، بلکہ اس کے اردگرد کے لوگ بھی اس سے متاثر ہوجاتے ہیں۔نسائی کی اس حدیث سے اس امر کی خوب وضاحت ہوتی ہے کہ جب ایک مرتبہ نبی کریم نے نمازِ فجر میں سورۃ الروم کی تلاوت کی اور دورانِ قرأت آپ کو التباس ہوا۔نماز کے بعد آپ نے فرمایا:

''لوگوں کو کیا ہے کہ اچھی طرح طہارت کے بغیر ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ایسے لوگوں کی وجہ سے ہمیں التباس ہوتا ہے''۔

((عن النّبی صلّی اللہ علیه وسلّم انّه صلّی صلاۃ الصبح فقرأ الروم فالتبس علیه فلمّا صلّی قال: ما بال اقوام یصلّون معنا لا یحسنون الطّھور، فانّما یلبس علینا القرآن اولئك))(82)

اس حدیث کی شرح میں امام السندی لکھتے ہیں:

((وفیه تاثیر الصحبة وأن الاکملین فی اکمل الاحوال یظھر فیھم ادنی اثر))(83)

''اپنی ناپاکی کی حالت سے انسان (اس کی روح مراد ہے) چڑچڑاپن، تنگی اور رنج وغم محسوس کرتا ہے۔ ناپاکی اور حدث کی وجہ سے اس کی طبیعت پر تاریکی چھا جاتی ہے اس کے دل میں شیطانی وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ خوفناک خواب دیکھتا ہے''(84)۔

حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

''اگر انسان کو چاروں طرف سے ناپاکی گھیر لے، جس کو شرع کی زبان میں حدث کہتے ہیں تو اس کے اندر شیاطین کے وسوسوں اور ان کے گمراہ کن القاؤں کو قبول کرنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حسِ مشترک (قوتِ ادراک) کے توسط سے اس کو شیاطین اس طرح عیاناً دکھائی دینے لگتے ہیں کہ گویا وہ ان کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ خواب میں اس کو متوحش واقعات دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے نفسِ ناطقہ کی روحانیت زائل ہو کر اس پر ظلمت چھا جاتی ہے اور اس کی روحانیت مسخ ہو جاتی ہے''(85)۔

شیاطین کی مصاحبت انسان کے جسم و روح اور اعمال و اخلاق پر برے اثرات مرتب کرتی ہے۔ نبی نے ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاری کو شیاطین انس وجن کے فتنے سے پناہ مانگنے اور دُعا کرنے کی تلقین فرمائی تھی۔

((یا ابا ذر! تعوّذ باللہ من شرّ شیاطین الجّن والانس قلت او للانس شیاطین))(86)

محمد علی الصابونی کہتے ہیں کہ یہ شیاطین انس تو شیاطین جن سے بھی زیادہ خطرناک ہیں:

((ولا شك انّ شياطين الانس اشدّ فتكاً وخطراً من شياطين الجّن فان شياطين الجّن، يخنس بالاستعاذة وشياطين الانس يزين له الفواحش ويغريه المنكرات))(87)

''اس میں کوئی شک نہیں کہ شیاطین انس، شیاطین جن سے زیادہ خطرناک ہیں، کیونکہ استعاذہ سے شیاطین جن چھپ جاتے ہیں جب کہ شیاطین انسان فواحش کو اس کے لئے آراستہ کرتے ہیں اور منکرات پر اسے اُکساتے رہتے ہیں''۔

طہارت اور پاکیزگی کا التزام انسان کو اس کی فطرت اصلی پر لے جاتا ہے اور شیاطین سے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اخلاقِ عالیہ، عقائد صحیحہ اور اعمالِ صالحہ سب کی اولین منزل طہارتِ قلب و جسم اور طہارتِ روح ہے۔

غفلت اور کاہلی سے نجات

انسان کی صفت ملکیت کا ایک تقاضا یادِ الٰہی میں ہمہ وقت مشغولیت ہے، ملائکہ کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ ذکر و دُعا میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں۔

﴿وَمَنْ عِنْدَه، لاَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلاَ يَسْتَحْسِرُوْنَ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهارَ لاَ يَفْتُرُوْنَ﴾(88)

''اسی طرح وہ نہ اپنے رب کے معاملے میں نہ سرکشی کرتے ہیں، نہ تھکتے ہیں اور نہ سستی کرتے ہیں''۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَنْ عِنْدَهٗ لاَيَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلاَ يَسْتَحْسِرُوْنَ۞ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لاَ يَفْتُرُوْنَ﴾(89)

''حدث سستی، اور کاہلی کی حالت میں نفس انسانی غفلت میں مبتلا ہو جاتا ہے''(90)۔

نفس کی بیداری اخلاقی زندگی کے لئے لازمی امر ہے، اور کاہلی انسان کو اس کے دُنیا اور آخرت، دونوں معاملات سے غافل کر دیتی ہے۔

''اس نشۂ غفلت کو اُتارنے اور ظاہری و باطنی طہارت کا احساس پیدا کرنے کے لئے وضو مشروع کیا گیا ہے''(91)۔

نبی بیت الخلاء سے باہر آتے ہیں ''غفرانک''(92) کہتے تھے۔ شاہ صاحب اس کی توجیہ ''غفلت کی کوتاہی'' سے عفو طلبی کے طور پر کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت الخلا سے نکلتے ہوئے غفرانک کی تعلیم دی ہے غفرانک کہنے میں راز یہ ہے کہ جب آدمی قضائے حاجت میں مشغول ہوتا ہے تو خدائے بزرگ و برتر کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے یا کم از کم اس کو ترک کر دیتا ہے اور شیطانوں کے اندر جا نکلتا ہے اس لئے اس کوتاہی سے معافی مانگنا بہت مناسب ہے''(93)

طبع سلیم خود بھی حدث کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے احتراز کو مناسب سمجھتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء جاتے ہوئے اپنی انگوٹھی اُتار دیتے تھے کہ اس پر ''اللہ، رسول اور محمد'' لکھا ہوا تھا(94)۔ ایک شخص نے قضائے حاجت کے دوران آپ کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت کے بعد اس کو جواب دیا اور فرمایا:

((انّی کرهت ان اذکر اللّٰه الّا علی طهر)) (95)

اسی طرح ''نیند'' انسان کو اس کے ظاہری حواس سے کاٹ دیتی ہے اور اونگھ باطنی حواس سے''(96)۔ چنانچہ نیند اور غفلت کی اس حالت میں وضو انسان کو دوبارہ نشاط اور تازگی کی حالت میں لے آتا ہے جو ملائکہ کی صفات سے مشابہ ہے۔ حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت یہ ہے کہ:

﴿لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ﴾ تو لازم ہے کہ اس کے حضور حاضر ہونے والا بھی بیداری کی کیفیت میں ہو۔ غافل و کاہل سے اس کے حضور میں کھڑے ہونے کے قابل نہیں۔ اسی وجہ سے نشے سے بھی منع کیا گیا ہے کہ اس سے غفلت طاری ہو جاتی ہے۔ نشہ باز کو بحالت نشہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ منہ سے کیا کہہ رہا ہے اور دل میں کیا گزر رہا ہے''(97)

غفلت سے نجات اور دل کی بیداری اخلاقی ترقی کے سفر کی اولین شرط ہے جو طہارت و پاکیزگی سے بدرجہ اتم حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص جسم کی پاکیزگی کا اہتمام کرتا ہے، اعضاء کے قلب پر اثرات کی وجہ سے اس کا دل بھی پاکیزگی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ بلکہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے الفاظ میں تو:

"انسان کا نفس ناطقہ (حالتِ طہارت میں) اپنی قوتِ عملیہ کی انتہاء تک پہنچ جاتا ہے" (98)

حواشی و تعلیقات

(1) "Purification rites and customs, based on concepts of purity and pollution are in all known cultures and religions. Both ancient and modern preliterate and sophisticated. 26/8 10-13

"آگے چل کر انسائیکلو پیڈیا کے مقالہ نگار نے اور اسی طرح James Frazer نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "The Golden Bough" میں بڑی وضاحت کے ساتھ ازمنۂ قدیم کے انسانوں کے ہاں پاکی و ناپاکی کے تصورات کی دلچسپ تفصیلات دی ہیں۔ اور کھوئی ہوئی پاکیزگی کے دوبارہ حصول کے طریقوں کے بارے میں بھی لکھا ہے: (The Golden Bough; Ch-20-P:202-222)

"The relationship between physical cleanliness and moral purity" میں اس بارے میں ہونے والی جدید ترین تحقیقات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"Recently, Dr. Zhong from the University of Toronto and Dr. Liljenquist from Northwestern University published a joint article about the relationship between physical cleanliness and moral purity. They conducted an experiment in which they observed human behaviour on this matter. They investigated whether a threat to moral purity activates a need for physical cleaning. Subsequently, they also investigated whether physical purity help people to deal with the moral threat they face......... Dr. Zhong and Dr. Liljenquist documented that .... people feel a need for

physical cleansing after being involved in unethical behaviours........ and people feel that they are purified from their sins with physical cleansing".

(The Fountain: P 34-35) Issue -59-July - September, 2007. 26 -Worlds Fair. Dr. Somerset. U.S.A)

(2) صحیح البخاری، کتاب بدءالوحی، رقم الحدیث، ا،ص:1

(3) مسلم، کتاب الأمارة ، باب من قاتل للریاء والسّمعة استحق النّار، رقم الحدیث4923،ص:1018

(4) الفقہ الاسلامی وأدلتہ، 89/1

(5) سطعات،ص:151

(6) حجۃ اللہ البالغہ 472/2،سطعات،ص151

(7) ملخص: حجۃ اللہ البالغہ، 2/72

(8) حجۃ اللہ البالغہ، 323/1

(9) منودھر شاستر،ص124-132

(10) گوتم بدھ،ص:274

(11) Encyclopedia Britannica, 29/1087; Man's Religions, P:472

(12) کتاب اجبار..........باب15-12،ص:109-104

(13) حضرت مسیح علیہ السلام نے خود فرمایا تھا'' یہ نہ سمجھو کہ توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک زمین و آسمان نہ ٹل جائیں......ایک نقطہ یا شوشہ توریت سے ہرگز نہیں ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔(متی:17:5)لیکن بعد میں پولوس نے اس شریعت کو''لعنت'' قرار دے کر مسترد کر دیا۔(گلتیوں کے نام پولس رسول کا خط،کتاب مقدس178)

(14) انجیل میں حضرت عیسیٰ کا قول نقل کیا گیا ہے'' کوئی چیز جو باہر سے آدمی کے اندر جاتی ہے اسے ناپاک نہیں کرتی۔ جو کچھ آدمی میں سے نکلتا ہے وہ اسے ناپاک کرتا ہے...... کیونکہ آدمی کے اندر سے (یعنی دل سے) بُرے خیال نکلتے ہیں۔حرام کاریاں، چوریاں، خونریزیاں، زناکاریاں، لالچ، بدیاں، مکر، شہوت پرستی، بدنظری، بدگوئی، شیخی، بےوقوفی یہ سب بُری باتیں اندر سے نکل کر آدمی کو ناپاک کرتی ہیں۔(متی 15:20-16 مرقس 7:21-23)

(15) حجۃ اللہ البالغۃ، 103/2، نیز قاموس القرآن، ص:298

(16) مفردات القرآن، ص639-638...... ملاحظہ ہو۔ المفردات فی غریب القرآن، ص309-308

(17) الحج، 30-22

(18) التوبۃ، 28:9

(19) المحلی 137/1

(20) قوله ﴿﴾ ذاكم عند رب العالمين فأماعندكم فيمسه المشرك النجس، والمنافق الرجس......

والمجوسى النجس" طبری، 27/247

(21) تفسیر المراغی، 10/89

(22) فقہ الحدیث، 159/1، فقہ السنۃ 20/1

(23) زاد المعاد، 144/3

(24) تفسیر ابن کثیر، 456/2

(25) المدثر 74/1-4

(26) آسان فقہ، کتاب الطہارۃ، ص:53

(27) الجامع لأحکام القرآن، تفسیر القرطبی، 59/19

(28) امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وهذا التأويل بعيد، على هذا الوجه لا يحسن اتصال الآية بما قبلها (التفسیر الکبیر، 30/170)

(29) صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب عمر بن الخطاب، رقم الحدیث، 3691، ص:300

(30) الجامع لأحکام القرآن، تفسیر القرطبی، 19/61-59 مزید ملاحظہ ہو طبری، 29/174 و ما بعد؛ التفسیر الکبیر، 30/171-170؛ ابن کثیر، 4/566-565

(31) صحیح البخاری، کتاب اللّباس، باب من جرّ ثوبه من الخيلاء، رقم الحدیث، 5791، ص:494

(32) الفرقان 25:48

(33) الانفال 8:11

(34) مفردات القرآن، ص:639

(35) التفسیر الکبیر، مفاتیح الغیب، 170/30

(36) طبری، 28-29/2

(37) صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فصل الوضوء، رقم الحدیث، 534، ص:718

(38) احکام اسلام عقل کی نظر میں، ص:17

(39) صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المشرکین، رقم الحدیث، 1358، ص108

(40) حجۃ اللہ البالغہ، 73-74/2 (ملخص)

(41) حجۃ اللہ البالغہ، 234/1

(42) حجۃ اللہ البالغہ، 75/2

(43) سورۃ النساء میں تیمّم کا حکم بیان ہوا ہے ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ. اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾ (النساء:43:4) مولانا عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں: ''عفوا غفورا'' سے مراد یہ کہ دُشوار موقعوں کے لئے اس نے کیسے آسان حکم دے رکھے ہیں۔ (تفسیر ماجدی، ص:193) علامہ آلوسی رحمہ اللہ کہتے ہیں ((العفو هنا بمعنى التيسير)) (روح المعانی، 66/4) اسی طرح آیہ تیمّم کے نزول کے موقع پر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس سہولت کے عطاء ہونے کو آل ابوبکر کی برکتوں میں سے قرار دیا اور فرمایا: '' فقال اسید بن حضیر لعائشۃ: جزاك الله خيرا، فوالله ما نزل بك امرّ تكرهينه الاّ ذلك لك وللمسلمين فيه خيراً '' صحیح بخاری، کتاب التّیمّم، باب إذا لم تجد ماء ولا ترابا، رقم الحدیث، 334-336، ص:29

(44) تفہیم القرآن، 356/1؛ حجۃ اللہ البالغہ، 95/2

(45) یہاں یہ نکتہ پیش نظر رہے کہ طہارت و پاکیزگی اور غسل و وضو کے اہتمام کی یہ تعلیم اس معاشرے میں دی گوی جہاں پانی، جنس کم یاب کی حیثیت رکھتا تھا اور جہاں کی لوک داستانوں میں سیراب ہو کر پانی پی لینا بھی خوش حالی کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ ملاحظہ ہو ام زرع کا وہ قصہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سنایا تھا اور جس میں خاتون اپنے شوہر کے احسانات و انعامات کے تذکرہ میں یہ بھی بتائی ہے کہ میں اس کے گھر میں سیراب ہو کر پانی پیتی ہوں۔

(واشرب فأتقنح)، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب ذکر حدیث ام ذرع، رقم الحدیث، 6305، ص1107 نیز سنن نسائی کی حدیث((الأاخبرکم بما یمحوا اللّٰہ به الخطایا و یرفع به الدرجات: إسباغ الوضوء))، رقم الحدیث 143، ص2096 '' کی شرح میں ....سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں'' (اسباغ الوضوء)، قیل ومنها الجد فی طلب الماء و شرائه بالثّمن الغالی) شرح النّسائی؛ حافظ جلال الدین سیوطی، 34/1۔

(46) احبار، باب15: آیات2-30

(47) سیرت النبی ﷺ، 378/6-379

(48) ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ باب التشدید فی البول (اما علمت ما اصاب صاحب بنی اسرائیل ؟ کانوا اذا اصابهم البول قرضوه بالمقاریض) حدیث نمبر346، ص2498

(49) احبار، باب15:27-19

(50) منودھرم شاستر، 62/5

(51) منودھرم شاستر، باب5:83-57

(52) گوتم بدھ نے بھی شروع میں ہندوؤں کی ریاضتوں (تپیاؤں) کو اختیار کیا تھا۔ ایک ایسی تپیا کا حال بتاتے ہیں'' برسوں کی دھول مٹی سے میرے جسم پر میل کی تہیں جم گئی تھیں جس طرح تیندو کے درخت کا تنا لاتعداد برسوں کی دھول سے اَٹ جاتا ہے۔ میرے جسم کی ایسی حالت تھی لیکن مجھے اس بات کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی کہ میل کی وہ تہیں خود اُتاروں یا کوئی دوسرا اُتار دے۔ (سوانح عمری، گوتم بدھ، ص66)

(53) تفہیم القرآن، 328/5؛ تفسیر ماجدی، ص1082 کے مطابق بھی ترکِ طہارت رہبانیت کا ایک اہم اصول تھا۔

(54) مسند احمد، 116-223,266/5

(55) البدور البازغۃ، ص399-379

(56) الاعراف7:156

(57) الاعراف:7:157

(58) تفہیم القرآن، 85-86/2

(59) حجۃ اللہ البالغۃ، 398/1

(60) التوبۃ 108:9

(61) ابوداؤد کتاب الطہارۃ، باب فی الاستنجاء بالماء، حدیث 44، ص 1225

(62) البقرۃ 222:2

(63) جامع الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ویل للمطففین، حدیث نمبر، 3334، ص 1994

(64) الانفال 17:8

(65) صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، حدیث نمبر 6502، ص 575

(66) جامع الترمذی، کتاب الطہارۃ، باب فیما یقال بعد الوضوء، حدیث نمبر 55، ص 1236

(67) احکام اسلام عقل کی نظر میں، ص 19

(68) حجۃ اللہ البالغۃ، 312/1

(69) اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ آیہ مبارکہ ﴿لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ (الواقعہ 79:56) سے مراد ملائکہ ہیں۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: ((فالمراد بالمطهّرون الملائكة عليهم السّلام أىّ المطهّرون المنزهون عن كدر الطّبيعة و دنس الحظوظ النّفسيّة)) (روح المعانی 156/27) اور جمال الدین قاسمی لکھتے ہیں ((فأما اكثر المفسّرين فعلى آنه عنى بالآية الملائكة وطهارتهم نقاء ذواتهم عن كدورات الاجسام ودنس الهيولى أو عن المخالفة و العصيان)) (تفسیر القاسمی، محاسن التاویل، 5660/16)

(70) التحریم 6:66

(71) حجۃ اللہ البالغۃ، 399/1

(72) سطعات، ص 152

(73) حجۃ اللہ البالغۃ، 178/1

(74) حجۃ اللہ البالغۃ، 173/1

(75) الفاطر 6:35

(76) الاعراف 16-17:7

(77) الاسراء 62:17

(78) مفردات القرآن:ص269

(79) حجۃ اللہ البالغۃ:100/2

(80) صحیح البخاری، کتاب الوضوء ، باب ما یقول عند الخلاء،حدیث نمبر142،ص15

(81) ھمعات:ص86

(82) النسائی،کتاب الافتتاح، باب القرأۃ فی الصّبح بالروم،حدیث نمبر48،ص2149

(83) النسائی مع شرح حافظ جلال الدین السّیوطی،وحاشیۃ امام السندی،48/1

(84) ھمعات:152

(85) حجۃ اللہ البالغۃ،325/1

(86) سنن النّسائی، کتاب الاستعاذۃ ، باب الاستعاذۃ من شرّ شیاطین الانس،حدیث:5509
ص2440

(87) صفوۃ التفاسیر،626/2

(88) الغافر7:40

(89) الأنبیاء19-20:21

(90) حجۃ اللہ البالغۃ:79/2

(91) احکامِ اسلام عقل کی نظر میں،ص18

(92) سنن ابی داؤد،کتاب الطّھارۃ، باب ما یقول الرّجل اذا خرج من الخلاء ،حدیث:30،ص1224

(93) حجۃ اللہ البالغۃ:100/2

(94) سنن ابی داؤد،کتاب الطّھارۃ ، باب الخاتم :حدیث19،ص1224

(95) سنن ابی داؤد،کتاب الطّھارۃ ، باب فی الرجل یرد السّلام وھو یبول،حدیث:16 ص1224

(96) فقہ الحدیث:221/1

(97) احکامِ اسلام عقل کی نظر میں:ص20-21

(98) حجۃ اللہ البالغۃ:325/1